ہماری مطبوعات

مسائلِ اربعہ

فرضوں کے بعد دُعا، جرابوں پر مسح

مرد و عورت کی نماز میں فرق، ننگے سر نماز پڑھنا

غیر مُقلّدین علماء کی نظر میں

حسبِ ارشاد

محدّثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

مرتب

پیر جی سیّد مشتاق علی شاہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مسئلہ ١ فرض نماز کے بعد دُعا مانگنا

آج کل غیر مقلدین نے یہ مسئلہ شروع کیا ہوا ہے کہ فرض نماز کے بعد دُعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ خود غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ١٣٢٠ھ / ١٩٠٢ء فرضوں کے بعد دُعا مانگنے کے قائل تھے۔ ہم یہاں پر ان کے چار فتوے فتاوٰی نذیریہ میں سے بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ سید محمد نذیر حسین دہلوی کے علاوہ محمد عبد السلام، محمد ابوالحسن، حفیظ اللہ، سید شریف حسین، محمد عبد الرب، سید احمد حسن وغیرہ بھی نذیر حسین کے ساتھ ہیں۔

فتوٰی نمبر ١

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: ہاتھ اُٹھا کر بعد نماز فرض کے دُعا مانگنا درست ہے، کتاب عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی میں ہے:

حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ

ل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلائے

وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللّٰھمّ الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبریل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنا الفقر فانی متمسکن الاکان حقا علی اللہ عزّ وجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔

یعنی: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے، پھر کہے اللّٰھم الٰھی والٰہ ابراہیم ... الخ تو اللہ تعالیٰ اسکے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا ہے"۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبد العزیز بن عبد الرحمٰن اگر متکلم فیہ ہے جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز واستحباب کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب وجواز ثابت ہوتا ہے۔ قال فی فتح القدیر فی الجنائز والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع۔ انتھٰی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی، حدثنا ابو معمر المقری

اور کہے، اے میرے خدا اور ابراہیم، اسحٰق، یعقوب کے خدا اور جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو میری دُعا کو قبول فرما میں بے قرار ہوں تو میرے دین کو محفوظ رکھ، میں مبتلا ہوں، مجھے اپنی رحمت میں لے لے میں گنہگار ہوں ہم سے فقر دور کر دے، میں مسکین ہوں تو اللہ پر حق ہے کہ اسکے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔ لہ ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

حدثنی عبدالوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن[1] ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید بن الولید وعیاش بن ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ھشام وضعفۃ المسلمین الذین لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر ایۃ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا اللھم خلص الولید بن الولید... الخ ۔

اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر نے تقریب میں ضعیف کہا ہے، لیکن اس کا ضعیف ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں ہے ۔ کما فی مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے : عن الاسود بن عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث ۔ یعنی عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پس جب آپ نے سلام پھیرا، تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہو کے

---

[1] حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ ولید بن ولید اور عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے جو کسی حیلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کفار کے ہاتھ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے ۔

اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی ۔

ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً و فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ ص $\frac{565}{1}$

فتویٰ نمبر ۲

سوال : نماز فرض کے بعد دعا کے لیے رفع الیدین ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب : رفع الیدین بعد نماز فریضہ بعض[1] احادیث ضعیفہ سے ثابت ہے ۔ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد بسط کفیہ دبر کل صلوۃ یقول اللھم الھی والہ ابراھیم ۔ الحدیث رواہ ابن السنی فی کتابہ عمل الیوم واللیلۃ ۔

وعن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر ۔ فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث ۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ

حررہ عبدالرحیم عفی عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ ص $\frac{565}{1}$

فتویٰ نمبر ۳

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

---

[1] قولہ : بعض احادیث ضعیفہ ..... الخ ۔ اقول : بعض احادیث صحیح بھی ہیں ۔ جن کا ذکر آگے آئے گا ۔ ۱۲ ۔ (ابو سعید محمد شرف الدین ۔)

بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگنا درست ہے یا بدعت؟ زید کہتا ہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ بینوا توجروا ،

الجواب: صاحب فہم پر مخفی نہ رہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگنا جائز و مستحب ہے اور زید مخطی ہے :

عن[1] انس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز وجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔ رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی۔

عن[2] الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا ... الخ۔ رواہ الحافظ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ۔ اور حافظ جلال الدین نے اپنی

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلا کر کہے اے میرے اور جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دُعا کو قبول فرما میں بے قرار ہوں میرے دین کو محفوظ رکھ میں فتنوں میں مبتلا ہوں مجھے اپنی رحمت میں لے میں گناہگار ہوں، میرے فقر کو دُور کر دے، میں مسکین ہوں، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔ ف اسکی سند میں عبدالعزیز بن عبدالرحمن قرشی ضعیف ہے۔ ۱۲ (ابوسعید محمد شرف الدین)

[2] اسود عامری کے باپ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا، تو رُخ ہماری طرف کیا، اپنے ہاتھ اُٹھائے اور دُعا مانگی۔ ۱۲

کتاب فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دُعا میں مگر جب کہ فارغ ہوتے نماز سے اور کہا ہے اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں: عن[1] محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رأیت عبد اللہ بن زبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہ ورجالہ ثقات اھ اور نیز ابوداؤد میں ہے

---

[1] عبداللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے پوری نماز پڑھنے سے پہلے ہی ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔ ف میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو صاحب مجمع الزوائد نے بھی نقل کیا ہے۔ حیث قال عن محمد بن ابی یحییٰ قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہ۔ رواہ الطبرانی وترجمونہ فقال محمد بن یحییٰ الاسلمی عن عبد اللہ بن الزبیر ورجالہ ثقات ... انتہی۔ مجمع الزوائد قلمی ص ۳۳۲ کتاب الادعیۃ باب ما جاء فی الاشارۃ فی الدعاء ورفع الیدین۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الصبح فافرغوا الی الدعاء وباکروا فی طلب الحوائج اللھم بارک لامتی فی بکورھا ... انتہی۔ اس حدیث کو علی متقی نے کنز العمال ج ۱ میں صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ وعن ابی بکرۃ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سوال کرو اللہ تعالیٰ سے تو سوال کرو بطون
کف اپنے کے ساتھ، اور نہ سوال کرو اس سے ساتھ ظہور کف اپنے کے : عن
مالک بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم اللہ
فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا و فی روایۃ ابن عباس قال
سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا
بہا وجوہکم[a] رواہ ابو داؤد ۔ اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ، دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ
مسح کرتے اپنے منہ کو : عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ[b]
رواہ الترمذی اور نیز مشکوٰۃ کے صـ۱۸۷ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کے دعا کرتا ہے تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ : رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سلوا
اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ
رجال الصحیح غیر عمار بن خالد الواسطی وہو ثقۃ مجمع الزوائد صـ۱۶۹ جـ۱۰
کنز العمال صـ۶۶ جـ۱، فضل الدعاء صـ۵ وفی روایۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا
عند ابن ماجۃ اذا دعوت اللہ فادع ببطن کفیک ۔۔۔ الخ ۔ حاصل ان حدیثوں کا
یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، صبح کی نماز کے بعد یعنی فرض نماز کے بعد دعا مانگو اور جب دعا مانگو تو
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو، نتیجہ یہ ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو ۔ وہو المدعی،
واللہ اعلم ۔ ابو سعید محمد شرف الدین مصحح فتاویٰ ہذا ۔

[a] تحفۃ الاحوذی ، عہ سندہ ضعیف واخرجہ ایضا الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک
عن ابن عباس مرفوعا کنز العمال ۔ ابو سعید محمد شرف الدین ۔ [b] عہ اخرجہ ایضا الحاکم
فی المستدرک وقال الترمذی صحیح غریب ۱۲ کنز العمال ۔ ابو سعید محمد شرف الدین

پھیر دے : عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردہما صفرا ۔
رواہ الترمذی وابو داؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر[a] ۔
علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا شریعت من قبلنا سے بھی ثابت ہے ۔
چنانچہ بخاری صـ۴۷۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ کو چھوڑ چلے،
پھر جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اٹھا کے دعا کی، امام
نووی صاحب عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں[1] : ھذا
حدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد ومنہا استحباب رفع الیدین فی
الدعاء انتہی ۔ اور ادب المفرد کے صـ۸۹ میں ہے :[2] عن عکرمۃ عن عائشۃ
انہ سمعہ منہا انہا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو رافعا
یدیہ یقول اللّٰہم انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیتہ
[3] وعن ابی ہریرۃ قال قدم الطفیل بن عمرو الدوسی علی رسول اللہ

[1] یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اس سے دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب معلوم ہوتا ۔
[2] حضرت عائشہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا آپ
کہہ رہے تھے اے اللہ میں بھی ایک آدمی ہوں اگر میں نے کسی مومن کو کوئی تکلیف دی ہو، یا
کوئی سخت کلامی کی ہو تو مجھے معاف کر دینا ۔ [3] طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول دوس نے نافرمانی کی اور دین حق کا انکار کیا، آپ ان پر
بد دعا کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھائے لوگوں نے سمجھا کہ
آپ ان پر بد دعا کریں گے مگر آپ نے فرمایا اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لا ۔ عہ اخرجہ ایضا
احمد وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین
الترغیب والترہیب وکنز العمال ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین

صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ان دوسا عصت دابت فادع اللہ علیہا فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلۃ ورفع یدیہ فظن الناس انہ یدعو علیہم فقال اللّٰھم اھد دوسا وائت بھم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کے دعا مانگتے تھے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد عبد الغفور عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	سید محمد عبد السلام غفرلہٗ ۱۲۹۹
سید محمد ابوالحسن ۱۳۰۰	

فتاوی نذیریہ ص ۵۶۹ / ۱ ج

فتوی نمبر ۴

مسئلہ[1] : چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود، چنانکہ معمول ائمہ دیار است، از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ۔ ہر چند کہ فقہاء ایں را مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد اند لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

ھو المصوب[2] : دریں خصوص نیز حدیثے وارد است چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن اسحق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ می نویسند۔ حدثنی احمد

[1] کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جیسا کہ اس علاقہ کے علماء کا دستور ہے کسی حدیث قولی یا فعلی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگرچہ فقہاء اس کو مستحسن کہتے ہیں اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے لیکن خصوصاً اس دعا کے متعلق بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

[2] اس مخصوص دعا کے بارے میں بھی حدیث ہے۔ انس نبی صلی اللہ علیہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

بن الحسن حدثنا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللّٰھم الٰہی واله ابراھیم واسحق ویعقوب واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتك فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز وجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔ اگر گفتہ شود کہ در سند ایں روایت عبد العزیز بن عبد الرحمٰن است، و آن متکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد، کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی است، چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد۔ والاستحباب یثبت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ : وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کرے اے میرے اور ابراہیم و اسحق و یعقوب کے خدا، اے جبریل میکائیل اسرافیل کے خدا میں اپنی دعا کی قبولیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں میں بیقرار ہوں میں مبتلا ہوں، میرے دین کو محفوظ رکھ میں گناہگار ہوں مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے میں مسکین ہوں، میرا فقر دور کر دے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس کی سند میں عبد العزیز بن عبد الرحمٰن متکلم فیہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ استحباب کے ثبوت کے لیے ضعیف حدیث بھی کافی ہے چنانچہ ابن الہمام نے فتح القدیر کتاب الجنائز میں اس کی تصریح کی ہے اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی آپ نے سلام پھیرا اور رخ ہماری طرف کیا اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی تو معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

بالضعیف غیر الموضوع ۔ واللہ اعلم ۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ
عن ذنبہ الجلی والخفی ۔

سید محمد نذیر حسین	ابو الحسنات محمد عبد الحی	حسبنا حفیظ اللہ

الجواب صحیح والرای نجیح ۔ ویؤیدہ ما رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیہ ودعا الحدیث۔ فثبت بہ الصلوۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کما لا یخفی علی العلماء الاذکیاء۔

حررہ السید شریف حسین عفا اللہ عنہ فی الدارین

سید شریف حسین	سید محمد نذیر حسین	حسبنا حفیظ اللہ

محمد عبد الرب	سید احمد حسن	فتاوی نذیریہ صفحہ ۱۶۰

مسئلہ نمبر ۲، جرابوں پر مسح کرنا

موجودہ دور کے غیر مقلدین کا عمل اور فتوی یہ ہے کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحیح، صریح مرفوع حدیث سے۔ بلکہ خود مولانا سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا فتوی بھی موجودہ غیر مقلدین کے خلاف ہے۔ ہم یہاں پر فتاوی نذیریہ سے وہ فتوی نقل کرتے ہیں۔ یہ فتوی اصل عربی زبان میں ہے اور فتوی کے نیچے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہوا ہے۔ یہاں پر صرف اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسح پر اس کو علتِ مشترکہ کی بنا پر قیاس کیا جائے تو اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اور ائمہ نے جو جراب کے لیے موٹا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے، تو کیا اس سے زیادہ کسی اور علت کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزے پر مسح رخصت ہے۔ کیا رخصتِ شرعیہ شارع کے بیان پر موقوف ہے یا نہیں؟ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع، فعل صحابہؓ اور قیاس۔

حدیث مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ عبد الرحمن بن مہدی یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے۔ ابو موسی اشعریؓ نے بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ امام مسلمؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انھوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے۔ صرف قیس اودی اور ہذیل بن شرحبیل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عبد الرحمن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا کہ اگر آپ مجھے ابو قیس

عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کروں گا۔ سفیان نے نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے، علی بن مدینیؒ نے کہا حضرت مغیرہؓ کی حدیث کو مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے، سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں صرف ابوقیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام مسلمؒ نے ضعیف کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوقیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک امر زائد بیان کر رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر اور جرابوں اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا لیکن اس نے تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے۔ باقی رہا ترمذیؒ کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نوویؒ نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذیؒ سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے۔ موزے کے اوپر جو لفافہ پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے چمڑے کا وہ لفافہ مراد ہو جو جرموق پر پہنا جاتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ کہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی

پہنے ہوئے آپؐ نے مسح کیا، صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور خدشہ بھی ہے کہ جراب سوتی بھی ہوتی ہے اور اونی بھی، موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے نیچے چمڑا لگا ہوتا ہے تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا وہ چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ چمڑے والی جراب تو موزہ ہی کے حکم میں ہے اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی احتمال تو ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضورؐ نے فرمایا ہے: ”شک والی چیز کو ترک کر دو۔“

باقی رہا صحابہ کرامؓ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرامؓ کے نام صراحت سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ، ابومسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازب، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، سہل بن سعدؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمر و بن عباسؓ اگر حدیث مرفوع کے بجائے ان کے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو، صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا۔

باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً جراب پر بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علت منصوص ہوتی، تو اس علت کی بناء پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو۔ اگر سوال کیا جائے کہ صحابہؓ کی

شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں تو آخر کسی دلیل کی بنا پر ہی صحابہؓ نے جراب پر مسح کیا ہوگا، اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں تو ہم بھی اسی وجہ سے مسح کرلیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے؟ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہوجائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیوں چھوڑیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہؓ کون سی جراب پر مسح کیا کرتے تھے؟ جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہوجائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ واللہ اعلم

فتاویٰ نذیریہ ص ۳۳۲ تا ص ۳۳۳ ج ۱ | سید محمد نذیر حسین

مسئلہ نمبر ۳ مرد، عورت کی نماز میں فرق

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت کرسکتے ہیں اور نہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے، صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ ہم اس مسئلہ کی تفصیل مجموعہ رسائل جلد اوّل حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی میں کردی ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم دین حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کے والد گرامی حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ کا ایک فتویٰ فتاویٰ علماء حدیث سے بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بعض مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ اور خود غیر مقلدین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

سوال: عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب وھو الموفق للصواب: ابوداؤد اپنے مراسیل میں اور بیہقی سنن کبریٰ میں زید بن ابی حبیب سے مرسلاً روایت کرتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل واخرج البیھقی مرفوعا اذا سجدت المرأۃ الصقت بطنھا فخذھا کاستر ما یکون لھا[1] اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔

حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں: ولھذا اشرع فی حق الاناث من الستر والخفر ما لا یشرع مثلہ للذکور فی اللباس وارخاء الذیل شبرا او اکثر وجمع نفسھا فی الرکوع والسجود دون التجافی۔

شرح وقایہ و ہدایہ وغیرہ کتب حنفیہ میں لکھا ہے: والمرأۃ تنخفض فی السجود وتلحق بطنھا بفخذیھا۔ ابن ابی زید مالکیؒ نے اپنے رسالہ میں جو مذہب امام مالکؒ میں متون معتبرہ سے ہے لکھتے ہیں: وھی ای المرأۃ

---

[1] تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو سمٹ کر سجدہ کرو کیونکہ عورت اس فعل میں آدمی کی طرح پر نہیں ہے اور بیہقی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملالے اس میں زیادہ پردہ ہے۔ ۱۲ (علوی) [2] عورتوں کے لیے (نماز میں) لباس کے ساتھ اور پلو ایک بالشت یا زیادہ چھوڑنے کے ساتھ پردہ کرنا اور اپنے بدن کو رکوع اور سجدہ میں اکٹھا کرنا اور جھکانا اسقدر شروع ہے جو مردوں کے لیے اتنا نہیں ۱۲۔ [3] اور عورت سجدوں میں جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے ۱۲۔

فی هیئة الصلوٰة مثله (ای مثل الرجل) غیر انها تنضم ولا تفرج فخذیها ولا عضدیها وتکون منضمة منزویة فی جلسها و سجودها وامرها کله[1] امام نووی منہاج میں (جو فقہ شافعیہ میں معتبر متن ہے) لکھتے ہیں: وتضم المرأة والخنثی[2] شہاب الدین احمد رملی شافعی نہایۃ المحتاج میں منہاج کی اس عبارت مذکورہ پر لکھتے ہیں: فیضم کل منهما بعضه الی بعض ولو فی خلوة فیما یظهر لما فی تفریقهما من التشبه من الرجال۔[3] شرح اقناع (جو حنابلہ کی معتمد کتاب ہے) میں لکھتے ہیں: والمرأة کالرجل فی ذلک الا انها تجمع نفسها فی الرکوع و السجود وجمیع احوال الصلوٰة وتجلس متربعة او تسدل رجلیها عن یمینها وهو افضل لانه غالب فعل عائشة واشبه بجلسة الرجل انتهی۔[4] اور دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر بیٹھنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قعدہ اخیرہ میں ثابت ہے۔ جب مردوں کے واسطے اس کی ممانعت

[1] اور عورت صورت میں نماز مرد کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ عورت سمٹ کر رہے اور اپنے بازو اور رانوں کو کشادہ نہ کرے بلکہ اپنے سجدے اور بیٹھنے اور نماز کے سب کاموں میں مل کر رہے۔ [2] عورت و مخنث (نماز میں) سمٹ کر رہیں ۱۲۔ [3] پس ہر ایک عورت اور مخنث (نماز میں اپنے) بعض (جسم) کو بعض سے ملائے اگرچہ خلوت میں ہو۔ ظاہر یہی ہے اسلئے کہ بعض جسم کو علیحدہ کرنے میں مردوں سے مشابہت ہوتی ہے ۱۲۔ [4] عورت نماز میں مرد کی طرح ہے مگر عورت اپنے جسم کو رکوع اور سجدوں اور تمام کے احوال میں اکٹھا کرکے رکھے اور (بیٹھنے کے وقت) چوکڑی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں کو اپنی داہنی طرف نکال کر بیٹھے اور یہ (پچھلی صورت) بہتر ہے اس لیے کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکثر یہی طریقہ تھا اور (صورت) مرد کے بیٹھنے [illegible]

نہیں تو عورتوں کے واسطے بسبب تستر کے بالاولیٰ ممانعت نہیں۔ ابوداؤد صفت صلو[ة] نبویہ میں ابوحمید سے مروی ہے: فاذا کان فی الرابعة افضی بورکه اليسرى الی الارض واخرج من ناحية واحدة[1] غرض کہ عورتوں کا انضمام و انخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے اس کا منکر کتب حدیث و تعامل اہل علم سے بے خبر ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴۸، ۱۴۹ ج ۴ (فتاویٰ غزنویہ ص ۲۷، ۲۸)

مسئلہ نمبر ۴ : ننگے سر نماز پڑھنا

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی غیر مقلد کا فتویٰ

سوال: بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اتار کر رکھ دی[illegible] اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اس طرح نماز پڑھنا، اگرچہ فرض نماز با جماعت مسجد[illegible] ہو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہؓ [illegible] ثبوت ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو عبارت مع صفحہ تحریر فرمادیں۔

۲۔ ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر، اگر سر ڈھانک کر نماز پڑھنی افضل ہے تو اسکی دلیل پیش فرمائیے گا؟

(عبداللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث ڈیرہ غازیخان)

[1] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں طرف [illegible] مبارک نکال دیتے ۱۲۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الجواب: وباللہ التوفیق ۔ متذکرہ صدر سوال پر تین وجوہ سے غور کیا جا سکتا ہے۔ ۱۔ مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے، ۲۔ افضلیت یعنی آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے عام عمل کے لحاظ سے، ۳۔ حرمت اور عدم جواز کے لحاظ سے۔

نماز میں ستر مغلظ (شرمگاہ) کا ڈھانپنا بالاتفاق ضروری ہے ان میں سے اگر کوئی حصہ ننگا ہو تو نماز نہیں ہوگی اور ان اعضاء کا ننگا رکھنا شرعاً حرام ہے۔ بہز بن حکیم سے مروی ہے: اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (رواہ الخمسۃ الا النسائی) بیوی اور مملوکہ کے سوا اعضاء ستر دیکھنے کا کسی کو موقع نہ دے۔

شوکانی فرماتے ہیں: والحق وجوب ستر العورۃ فی جمیع الاوقات الا وقت قضاء الحاجۃ وافضاء الرجل الی اہلہ۔ اھ (نیل الاوطار ص ۶۴/۲)

حد ستر میں اہل علم مختلف ہیں، جمہور ناف سے گھٹنے تک ڈھکنا ضروری سمجھتے ہیں بعض صرف ران ڈھانپنا واجب سمجھتے ہیں۔ امام احمد اور امام مالک سے ایک روایت میں آیا ہے: العورۃ القبل والدبر۔ (نیل الاوطار ص ۶۴/۲) غرض ستر کی حد بھی اہل علم کے نزدیک ہے اگر اسے ننگا رکھا جائے تو نماز نہیں ہوگی۔ اعضاء ستر کو ویسے بھی ننگا رکھنا درست نہیں۔ نماز میں تو قطعاً حرام اور ناجائز ہوگا۔ سر چونکہ بالاتفاق اعضاء ستر میں نہیں اس لیے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق جائز ہوگی اس کے لیے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت۔ جس طرح کوئی پنڈلی، پیٹ، پشت وغیرہ اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے سر ننگے بھی درست ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔ امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہوگی لیکن عقلمند ایسا کرنے سے

پرہیز کرے گا۔ ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے۔ جواز کے باوجود ایسی عادات عقل و فہم کے خلاف ہیں۔ عقلمند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آنحضرت، صحابہ کرام اور اہل علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب وقول اللہ تعالیٰ: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ومن صلّی ملتحفا فی ثوب واحد و یذکر عن سلمۃ بن الاکوع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یزرہ ولو بشوکۃ۔ فی اسنادہ نظر۔ الخ۔ (صحیح بخاری مع فتح مطبوعہ مصر ص ۳۱۸/۱) امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاء ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں ادا کی جائے۔ عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر ننگا رہے گا۔ حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔

اس مضمون کی احادیث اُم ہانی، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، سلمہ بن اکوع، عمر بن ابی سلمہ، طلق بن علی وغیرہ سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہ دواوین سنت میں موجود ہیں لیکن کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں خصوصاً جس میں عادت اور کثرت عمل ثابت ہو، پھر احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو صرف اظہار جواز کے لیے ہے، یا کپڑوں کی کم یابی کی وجہ سے۔ ان حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے سنت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ

کی روایت میں ہے: اولکلکم ثوبان . (ابوداؤد ص۱۰۱) طلق کی روایت میں ہے او کلکم یجد ثوبین. (ابوداؤد مع عون ص۲۴۱) کیا سب کو دو کپڑے میسر آسکتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں قام رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسئلہ عن الصلٰوۃ فی الثوب الواحد فقال اوکلکم یجد ثوبین. ثم سئل رجل عمر فقال اذا وسع اللہ فاوسعو جمع رجل علیہ ثیابہ صلی رجل فی ازار ورداء فی ازار وقمیص فی ازار وقباء فی سراویل ورداء فی سراویل وقمیص فی سراویل وقباء فی تبان وقباء فی تبان و قمیص قال واحسبہ فی تبان ورداء. (صحیح بخاری ص۱۴) حضرت عمرؓ سے ایک آدمی نے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق دریافت کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ وسعت دے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے. اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حسب استطاعت نماز میں لباس کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا. حضرت عمرؓ کا ارشاد حکم ہو یا صرف خبر اس میں کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت صراحۃً سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسر ہو سکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے. ابن منیر فرماتے ہیں: الصحیح انہ کلام فی معنی الشرط کانہ قال ان جمع رجل علیہ ثیابہ فحسن. اھ. (فتح ص۳۲۲) اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں. وفی ھذا الحدیث دلیل علی وجوب الصلٰوۃ فی الثیاب لما فیہ من ان الاقتصار علی الثوب الواحد کان لضیق الحال وفیہ ان الصلٰوۃ فی الثوبین افضل من الثوب الواحد وصرح القاضی عیاض بنفی الخلاف فی ذالک. اھ. (فتح الباری ص۳۲۲) اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ مستطیع کے لیے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ ایک کپڑے کی اجازت صرف تنگی کی وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے غرض کسی حدیث سے بھی بلاعذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے علمی یا بدعملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنّت سمجھنے لگے ہیں. العیاذ باللہ. اسکی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے. ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

ذکر فرماتے ہیں. اذا صلی احدکم فلیاتزر ولیرتد. اھ (سنن کبریٰ ص۲۳۵ج۲) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً فرماتے ہیں: اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ عز وجل احق ان یزین لہ... الخ (سنن کبریٰ) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ نے مرفوعاً فرمایا نماز دو کپڑوں میں پڑھو. اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے. نافع فرماتے ہیں میں ایک دن اونٹوں کی گھاس کے سلسلہ میں نماز سے پیچھے رہ گیا، عبداللہ بن عمرؓ آئے تو میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کیا تمھارے پاس دو کپڑے نہیں؟ میں نے عرض کیا دو ہی موجود ہیں. آپ نے فرمایا: ارءیت لو بعثتک الی بعض اھل المدینۃ اکنت تذھب فی ثوب واحد؟ قلت لا. قال واللہ احق ان یتجمل لہ؟ الخ. (بیہقی ص۲۳۶) اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس تمہیں بھیجتا تو تم ایک کپڑے میں چلے جاتے؟ میں نے عرض کیا نہیں. فرمایا اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے. ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں، لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا زیادہ امکان ہو جاتا ہے. کپڑا موجود ہو تو سر ننگے نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلّتِ عقل سے. نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے. آیت خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ کے مضمون سے بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے.

ابوداؤد میں ایک اثر ہے جس سے شاید کوئی کم سواد آدمی استدلال کرے حدثنا عبداللہ بن محمد الزھری ثنا سفیان بن عیینۃ قال رأیت شریکاً صلّی بنا فی جنازۃ العصر فوضع قلنسوتہ بین یدیہ یعنی فی فریضۃ. (ابوداؤد ص۲۵۲ مع عون) یعنی شریک نے فرضوں کی نماز بوقت عصر ٹوپی اتار کر پڑھی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھی. اھ. اوّل تو یہ نہ مرفوع حدیث ہے نہ کسی صحابی کا اثر. دوم معلوم نہیں یہ شریک کون بزرگ ہیں. شریک بن عبداللہ نخعی تبع تابعی ہیں یا شریک بن عبداللہ بن ابی نمر تابعی. ان دونوں میں کم و بیش ضعف ہے لیکن یہ ان کا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابلِ حجّت نہیں. سوم امام ابوداؤد نے اسے باب الخط اذا لم یجد عصاً میں ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتاً سر ننگا رکھا گیا ہے کیونکہ جب انھیں سترہ کے لیے کوئی چیز

نہ ملی تو انھوں نے سُترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ ضرورت اور عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ حافظ عینی نے شرح بخاری میں مختلف مذاہب کے ذکر میں تفصیل سے کام لیا ہے۔ ان کی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ایک کپڑے میں درست ہے لیکن جب وسعت ہو کپڑے میسّر آسکیں تو پھر ایک پر اقتصار مستحسن نہیں حافظ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں: الفصل الثانی فی فضیلۃ وھو ان یصلی فی ثوبین او اکثر فانہ ابلغ فی الستر یروی عن عمرؓ انہ قال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔ اھ (ج۱ ص۶۲۱) مغنی ابن قدامہ مع الشرح یعنی فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرے کیونکہ اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے جب اللہ تعالیٰ مال میں وسعت فرمائیں تو آدمی کو وسعت سے کام لینا چاہیے اس کے بعد تمیمی کا قول ذکر فرمایا ہے۔ الثوب الواحد یجزئ والثوبان احسن والاربع اکمل قمیص و سراویل وعمامۃ وازار۔ اھ (ابن قدامہ ص۶۲۲) ایک کپڑا جوازِ نماز کے لیے کافی ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار ہوں تو نماز اور کامل ہوگی قمیص، پاجامہ، پگڑی اور ازار۔

ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ اور بھی نامناسب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پگڑی کے متعلق تحنیک کا رواج تھا، یعنی پگڑی کا ایک لپیٹ گردن کے نیچے سے باندھتے تھے آج کی عربی پگڑیاں اور ہماری پگڑیاں اس وقت کی پگڑیوں سے وضع میں مختلف ہیں ایسی پگڑی کا اتارنا اور بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وللتفصیل وقت اخر۔

ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔

والسّلام

(فتاویٰ علماء حدیث ص ۲۸۶/۴ تا ص ۲۸۹/۴)

تمت بالخیر